نهج البلاغه:

نہج البلاغہ میں علم طب

محمد رضا رجب نژاد،
میڈیکل سائنس یونیورسٹی اردبیل، ایران
ترجمہ: ڈاکٹر اختر مہدی

کتاب نہج البلاغہ میں اتنی جاذبیت کیوں پائی جاتی ہے ؟ یہ کتاب دوستوں اور دشمنوں کو اپنی طرف کیسے متوجہ کرلیتی ہے؟ کیا سبب ہے کہ اس کتاب میں موجود مولائے متقیان کے خطبات اور مکتوبات گذشتہ کئی صدیوں سے شاعروں، فصیحوں اور دانشمندوں کے لئے بے مثال نمونہ بنے ہوئے ہیں؟ اور آخر نہج البلاغہ کی اس دیرینہ دلکشی اور جاودانگی کا راز کیا ہے؟!

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ نہج البلاغہ ایسی کتاب کا نام نہیں ہے جو کسی مخصوص تھیوری یا موہوم وخیالی داستان کی بنیاد پر قائم ہو یا کسی مخصوص سیاسی یا تاریخی موضوع کی حامل ہو یا اس میں خرافات اور نامناسب موضوعات کی آمیزش پائی جاتی ہو۔

جی نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ نہج البلاغہ ایسے حکیمانہ اقوال وارشادات کا مجموعہ ہے جس کی دنیائے بشریت میں کوئی مثال نہ پہلے کبھی تھی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔

اس کتاب میں خوبصورت الفاظ اور نہایت گہرے معانی ومفہوم کا امتزاج، مستقبل پر اس کی گہری نگاہ، روح شناسی وعلم نفسیات کے مباحث، سماجی واخلاقی علوم سے وابستہ مباحث، فلسفیانہ اور عرفانی موضوعات کا ذکر، اقتصاد اور صحت وسلامتی سے وابستہ مطالب، ہنری، عدالتی اور قانونی موضوعات کا بیان، انسان شناسی اور دوسروں کے حقوق کا اعتراف واحترام اور آزادی وآزاد دوستی سے جڑے ہوئے مباحث پر سیر حاصل بحث پائی جاتی ہے جن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مکمل وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ نہج البلاغہ کی یہ آفاقیت ہی اس کی جاودانگی اور مثالی مقبولیت کا راز ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں ایسے سیکڑوں دیگر اہم موضوعات موجود ہیں جن کے بارے میں محققین حضرات کولازمی تحقیق سے کام لینا چاہئے تاکہ وہ انسانی معاشروں میں رونما ہونے والی ضرورتوں کو پورا کرسکیں اورعلم ومعرفت کی تشنگی سے جاں بلب انسانی معاشروں کو پوری طرح سیراب کرسکیں۔

قرآن مجید کے بعد نہج البلاغہ دوسری اہم کتاب ہے جو اسلامی مفاہیم کو بہترین ڈھنگ سے پیش کرتی ہے۔ شاید اسی حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس کتاب میں موجودہ مطالب کوکلام الٰہی سے کمتر اور کلام بشر سے افضل قرار دیا گیا ہے لیکن افسوس کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم کتاب کے بارے میں ہماری اور دنیا کے نامور دانشوروں کی معلومات بہت کم ہے۔ سردست استاد شہید مطہری کی مشہور زمانہ کتاب سیری درنہج البلاغہ کے درج ذیل جملات کی طرف توجہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''یہ بات فقط میری یا میرے جیسے دیگر افراد کی حد تک محدود نہیں بلکہ عالمی اسلامی معاشرہ اس کتاب سے ناواقف وبیگانہ تھا یا فقط اس کی عبارت کے لفظی مفہوم وترجمہ تک ہی رسائی تھی اور اس کا اصل مفہوم ومطلب لوگوں سے مخفی وپوشیدہ تھا۔''

دنیا کے اکثر لوگوں نے حضرت علی کی شخصیت اور ان کے کلام کی گہرائی کا اندازہ

لگانے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں معرکتہ الآرا کامیابی بھی حاصل کی لیکن کوئی ان کی مکمل معرفت حاصل نہ کرسکا۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی جملہ حکیمانہ باتوں کے درمیان ایسے علمی نکات موجود ہیں جن کی اہمیت چودہ سو سال کے بعد بھی علمی تحقیق وترقی کی روشنی میں اور زیادہ واضح اور نمایاں ہوجاتی ہے۔

نہج البلاغہ میں آنکھ اور کان کا ذکر:

امام علی علیہ السلام نے بیرونی اور خارجی دنیا سے تعلقات کی تشکیل اور ان کی شناخت کے دو حقیقی وسائل احساس کی حیثیت سے آنکھ اور کان کا ذکر کیا ہے۔ اپنے بیان میں وہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ احساساتی ادراک کے شعبہ میں ان دونوں وسیلوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے وہ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

خداوند عالم نے تمھیں کان عطا کئے ہیں تاکہ تمہاری نظر میں جن چیزوں کی ارزش واہمیت ہے انھیں سنو اور محفوظ بھی رکھ سکو اور آنکھیں عطا کیں تاکہ چیزوں کو دیکھ سکو۔ [۱]

سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ نہج البلاغہ میں کان کو آنکھ پر فوقیت دی گئی ہے اور یہ بات اتنی اہم ہے کہ خود قرآن سے اس موضوع کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

قرآن مجید میں ۱۹ جگہوں پر کان (سمع) اور آنکھ (بصر) کا ذکر کیا گیا ہے اور ۱۹ میں سے ۱۷ جگہوں پر کان یعنی سماعت کو آنکھ یعنی بصارت پر فوقیت دی گئی ہے یعنی پہلے کان پھر آنکھ کا ذکر کیا گیا ہے۔

نہج البلاغہ میں بھی ۲۷ مقامات پر لفظ کان اور ۸ جگہوں پر لفظ آنکھ کی طرف اشارہ کیا گیا جس سے ان دو وسائل کی قدر وقیمت اور ارزش واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نہج البلاغہ میں آنکھ پر کان کی فوقیت کی دلیل:

آنکھ پر کان کی فوقیت وفضیلت کے اسباب وعوامل کے سلسلے میں بعض چیزوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس کے دوسرے بہت سے اسباب بھی ہوں جوطبی علوم کی مزید ترقی کے ساتھ منظر عام پر آجائیں۔

ا۔ سماعت کی حس ان حواس میں سے ہے جو بچہ کی ولادت کے فوراً بعد ہی کا کام کرنے لگتی ہے اور نومولود اس دنیا میں آتے ہی آوازوں کو باقاعدہ سن سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب نوزائیدہ بچہ آواز سنتا ہے تو پلک جھپکا کر گریہ کرنے لگتا ہے۔ [۲]

جبکہ چیزوں کو دیکھنے کی صلاحیت کچھ دیر میں پیدا ہوتی ہے۔

ولادت کے موقع پر روشنی کے سامنے انسان کے آنکھ کی حساسیت کمزور ہوتی ہے۔ [۳]

ا۔ولادت کے ابتدائی چھ مہینوں کے گزرنے کے بعد بچے کی آنکھ میں مکمل بصارت پیدا ہوجاتی ہے اور اگلے چھ مہینوں کے دوران وہ تمام چیزوں کو باقاعدہ دیکھنے لگتا ہے۔

۲۔ سماعت کی حس ہر حال میں اور ہمہ وقت کسی رکاوٹ کے بغیر اپنا کام انجام دے سکتی ہے جبکہ بینائی وبصارت کے سلسلے میں یہ بات صادق وممکن نہیں ہے۔ مثلاً تاریکی اور عالم خواب میں انسان سن تو سکتا ہے لیکن دیکھ نہیں سکتا۔

حالت خواب میں انسان سب سے آخر میں سماعت کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔

خداوند عالم نے داستان اصحاب کہف کے ذیل میں ان بندگان خدا کے چند صدیوں پر محیط خواب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔ ”پس غار میں ہم نے ان لوگوں کے کانوں پر بے ہوشی کا پردہ ڈال دیا“ [۴]

۳۔ کسی چیز کو درک کرنے اور سیکھنے میں کان کی اہمیت آنکھ سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ آنکھ کی بینائی وبصارت سے محرومی کے بعد بھی انسان کا علم حاصل کرنا ممکن ہے لیکن اگر وہ سماعت کی صلاحیت سے محروم ہوجائے تو وہ ہرگز علم حاصل نہ کرسکے گا۔

قرآن کریم عقل کے ساتھ فقط کان کا ذکر کرتا ہے تا کہ لوگ اس حقیقت سے بخوبی واقف رہیں کہ عقل اور کان کے درمیان بہت گہرا اور مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات کو غور سے سنا ہوتا یا عقل کے حکم کی پیروی کی ہوتی تو آج اہل دوزخ میں سے نہ ہوتے۔"۵

امام علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر گفتگو کرنے میں کوئی ان پر غلبہ حاصل کر لیتا تھا تو خاموشی میں کوئی بھی ان پر غلبہ نہیں حاصل کرسکتا تھا۔ وہ تقریر و گفتگو کے بجائے دوسروں کی بات سننے میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔"٦

یہ بڑی اہم بات ہے کہ انسان خود بولنے کے بجائے دوسروں کی بات سننے میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہو۔ پس یہ حقیقت بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ سماعت کو تقریر اور خطاب پر فضیلت وبرتری حاصل ہے۔

۴۔ انسانی جسم کے توازن اور تعادل میں کان اور آنکھ کی تاثیر کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سماعت اور انتہائی باریک چیزوں کی بینائی کے سلسلے میں موجود محدودیت کے سلسلے میں بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔

"خداوند عالم کے علاوہ ہر سننے والا کمزور آوازوں کی سماعت سے عاجز و بہرا اور طاقتور آوازوں کی سماعت سے ناتواں ہے۔ وہ دور کی آواز کو نہیں سنتا ہے۔ اسی طرح خداوند عالم کے علاوہ کوئی بھی دیکھنے والا دھول اور غیر واضح رنگوں کے نہایت باریک ذروں کو دیکھنے سے پوری طرح عاجز و ناتواں ہوتا ہے۔"٧

مولائے متقیان کا یہ ارشاد درحقیقت صدا شناسی اور نور شناسی کی طرف واضح اشارہ ہے کیونکہ انسانی آنکھ میں تمام رنگوں کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے مثلاً سورج کی روشنی

کے رنگ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا ہے اور مختلف کرنوں کے رنگ کو دیکھنا بھی ناممکن ہے۔ بالکل اسی طرح کان کی بھی محدودیت ہوتی ہے۔ انسان کا کان ۲۰۰۰۰ ارتعاش تک درک ومحسوس کرسکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

سوچنا وغور وفکر کرنا درحقیقت دیکھنے جیسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ کبھی آنکھوں سے دیکھا ہوا غلط بھی ہوجاتا ہے لیکن جو شخص عقل سے نصیحت کا خواہاں ہوتا ہے عقل اس کے ساتھ خیانت ہر گز نہیں کرتی۔'' ۸

اعصابی نظام کے بموجب آنکھ کان اور دیگر احساساتی وسائل کے ذریعہ فراہم کی جانے والی اطلاعات ایک مرکز پر جمع ہوتی ہیں اور جسم کے مختلف اعضاء کے درمیان لازمی ہم آہنگی کے بعد یہ اطلاعات انسانی مغز تک رسائی حاصل کرتی ہیں اس کے بعد احساس میں تعادل پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح حواس کی خود اپنی محدودیت ہوتی ہے اور کبھی کبھی وہ کمزوری اور ناتوانی کا شکار ہوجاتا ہے۔

❁❁❁

حوالے :

۱۔ جعل لکم السماعا لتعی ماعندھا وابصاراً لتجعلوا عن عشاھا، نہج البلاغہ خطبہ ۲۸

۲۔ کان اور سماعت کی بیماریاں ۔ ڈاکٹر عبدالعلی مجابی

۳۔ قرآن اور روان شناشی ۔ داکٹر نجاتی

۴۔ فضربنا علی اذانھم فی الکھف سنین عدداً۔ (سورہ کہف ۔ ۱۱)

۵۔ قالوا لوکنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر (سورہ ملک ۱۰)
۶۔نہج البلاغہ،حکمت ۲۸۱
۷۔نہج البلاغہ : ترجمہ محمد دشتی ص ۱۱۵ در بحث از خطبہ ۶۴
۸۔نہج البلاغہ حکمت ۲۷۳

❁❁❁